شاہ بلیغ الدین رحمۃ اللہ علیہ

آگ، قاتلِ عثمانؓ کا عبرتناک انجام

کوئی دیوانہ وار چلّا رہا تھا......آگ، آگ، آگ، جو بھی یہ چیخیں سنتا خوف سے اس کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔ وہ گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا کہ آگ کدھر بھڑک اٹھی ہے؟ نہ شعلہ نہ دھواں۔ دور تک آگ کا نام ونشان نہ دیکھ کر ہیبت زدہ راہی سوچتا یہ کون شخص ہے؟ اور کیوں اس کرب سے چلّا رہا ہے؟ اُسے کیا معلوم تھا کہ یہ آگ دوسرے نہ دیکھ سکتے تھے۔ یہ تو اُس بدنہاد کے دل ودماغ کی آگ تھی جو اسے جھلسائے دے رہی تھی۔ اِس بدکردار کو زندگی ہی میں دوزخ میں جھونک دیا گیا تھا۔ حضرت ابوقلابہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ شام کے علاقے میں ایک بازار سے گزر رہا تھا کہ یہ اندوہناک چیخیں مجھے سنائی دیں۔ میں اس شخص کے پاس گیا جو دیوانہ وار چلّائے جارہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر جو کچھ حضرت ابوقلابہ نے دیکھا وہ کوئی بھی دیکھ لیتا تو ایک مرتبہ لرز کر رہ جاتا۔ آواز اِنسانی تھی لیکن یہ چیخیں گوشت کے ایک لوتھڑے سے نکل رہی تھیں جو زمین پر گھسٹتا جارہا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے۔ دونوں آنکھیں اندھی تھیں۔ اللہ جانے کیا منظر اس کی اندھی آنکھوں میں باربار پھر رہا تھا کہ وہ بے بس ہوکر چلّاتا تھا۔ آگ، آگ۔ ناممکن تھا کہ اس کی آواز سن کر جہنم کی آگ کا خیال نہ آئے۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیوں اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر ٹوٹ پڑا تھا۔

حضرت ابوقلابہ کہتے ہیں کہ میں اس شخص کے پاس گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس کے جواب سے معلوم ہوا وہ اُن بلوائیوں میں سے ایک تھا جو امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔

ذوالنورین ماہرِ نظم ونسق تھے، بہت بڑے مجاہد تھے۔ بلا کی سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ اتنے بڑے تاجر تھے کہ ان کے برابر مسلمانوں میں کوئی امیر تھا ہی نہیں۔ دولت بھی ایسی پاک کہ کبھی پیاسے مسلمانوں کے لیے کنواں خریدنے کے کام آئی۔ کبھی مسجدِ نبوی کو وسیع کرنے میں لگی، کبھی غزوۂ تبوک کے سروسامان میں خرچ ہوئی۔ ایک حضرت خدیجۃ الکبریٰ ایک حضرت ابوبکر اور ایک حضرت عثمان رضی اللہ عنہم یہ تین ہی تو تھے جن کی دولت سب سے زیادہ مسلمانوں کے کام آئی۔

وہ کلام اللہ کے حافظ تھے اور کلام اللہ کے ایک ایک لفظ کی حفاظت کرنے والے تھے۔ انھی نے اُمّت کو ایک قرأت پر جمع کیا تھا۔ سبائی کو چہ گرد اسی لیے اُن کی جان کے درپے ہوگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شہید کر کے آستین کے سانپوں نے سمجھا تھا کہ ملّتِ اسلامیہ کو انھوں نے پارہ پارہ کردیا۔ جیسے جیسے رومی اور مجوسی اپنے اپنے علاقوں پر دوبارہ قابض ہوتے جارہے تھے سبائیوں کی بن آئی تھی۔ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آہنی دیوار بن کے اندرونی اور بیرونی ہر سیلاب کو روکا۔ چھینے ہوئے علاقے پھر واپس لے لیے، نظم ونسق کو پوری طرح گرفت میں رکھا۔ منافق شورہ پشت اپنے خفیہ اڈوں سے نکلے ہی تھے کہ پھر روپوش ہوگئے۔ اسلامی مملکت عثمانی دورِ خلافت میں بہت پھیلی۔ انھی کی توجہ سے مسلمانوں کا پہلا بحری

بیڑہ بنا اور مسلمانوں نے پہلی بحری فتح حاصل کی۔ وہ معاملہ فہم نہ ہوتے تو اتنے بڑے تاجر نہ ہوتے۔ وہ مدبر نہ ہوتے تو ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے مشیر و وزیر نہ ہوتے۔ ان کی مالیاتی سوجھ بوجھ کام نہ آتی تو فارس کے مفتوحہ علاقے جاگیروں میں بٹ جاتے۔ اسلام کی مالیاتی پالیسی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنائی۔ ان کا ہاتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بٹایا۔

منافق ان کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ جھوٹ کے یہ پتلے ایک بات بھی صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم نے اسلامی مملکت کو مضبوط اور مستحکم بنایا۔ بس یہی بات یہودیوں اور ان کے چیلوں چانٹوں کو بری معلوم ہوتی ہے اور یہ اُن پر طرح طرح سے حرف گیری کرتے ہیں۔

اُس بدبخت نے ابوقلابہ کو تفصیل سنائی تو کہا:

''میں امیر المؤمنین کے گھر میں کود کر حملہ کرنا چاہتا تھا کہ ان کی شریک حیات آڑے آئیں، میں نے انھیں ایک تھپڑ رسید کیا۔ وہ گوشت کا لوتھڑا اپنی سرگزشت کیا سنا رہا تھا اس کی بدبختی منہ سے بول رہی تھی۔ اس نے کہا کہ میری دریدہ ذہنی اور دست درازی دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہوسکا۔''

فرمایا: ''یہ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ ناحق ایک پردہ دار بی بی پر ہاتھ اٹھاتا ہے؟ اور پھر انتہائی مظلومیت میں ان کی زبان سے نکلا...... خداوندا! اس ستمگار کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے! اس کی آنکھوں کو اندھا کر دے! اسے آگ کا لقمہ بنا دے۔'' اس نے کہا یہ بددعا سن کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ مظلوم کی آہ کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے یہ منظر خواب میں دیکھا ہے کہ حضرت عثمان کی فریاد پر عرشِ الٰہی لرز گیا تھا۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تو محبوبِ رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ جنت کی سب سے زیادہ بشارتیں انھی کو ملی تھیں۔ دنیا نے بہت جلد ان کی آہِ رسا کا انجام دیکھ لیا۔

یزید بن حبیب کہتے ہیں کہ...... امیر المؤمنین سے گستاخی کرنے والوں میں کوئی غضبِ الٰہی سے نہ چھوٹا۔ یہ دیوانے کتوں کی طرح پاگل ہوکر مرے۔ حضرت نافع کا بیان ہے...... جس نے ان کا عصا اپنے گھٹنے کے بل پر توڑا تھا اس کی وہ ٹانگ ہی سڑ گئی۔ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ...... اللہ کی قسم! قاتلینِ عثمان کا ٹھکانہ دوزخ کے سوا کوئی اور نہیں۔

ابوقلابہ سے اُس سڑے گلے گوشت کے لوتھڑے نے کہا...... میرے ہاتھ پاؤں کٹ گئے۔ میری آنکھیں اندھی ہوگئیں۔ اب ایک آگ کا مرحلہ باقی ہے جو ضرور پورا ہوگا۔ کون جانے جو آگ باہر سے نظر نہ آتی وہ اندر سے اسے کس طرح جلائے جاتی تھی کہ وہ بے تحاشا چلانے لگتا تھا۔ آگ، آگ، آگ!　　　(تجلی: ۳۸۷ تا ۳۹۰)